

مسلم نوجوانوں میں بیداری حریت ”اسلامیہ کانج“ کی خدمات

*ریحانہ قریشی

**مہر محمد سعید اختر

Abstract

Consequent on the Aligarh Movement, some movements emerged in Punjab, Sindh and NWFP. Of which Islamia College, Peshawar was a great movement. For its establishment and maintenance, besides its founder Sahibzada Abdul Quyyum Khan, the name of Abdul Rab Nishter, Haji Sahib Tarangzai and Quaid-e-azam are very renowned. This college has the honour of three-time visits of the founder of Pakistan. Quaid-e-azam bequeathed a large share from his own property for it. In response to Quaid's appeal for "Silver Bullets" the college students donated Rs.8000/- and declared that they will sacrifice lives to the tune of eight thousand. History reveals that those young men sacrificed their lives for making of Pakistan. Last but not the least that Islamia College Peshawar proved a torchbearer for Muslim nation that they infused an awakening spirit against the British domination.

Keywords: Sermon, Proctorial System, Endowment, Tutorial Group,

Dress Prade

صوبہ خیبر پختونخواہ میں تعلیم کا دو رجیداً گرچہ 19 ویں صدی کے اوخر میں انگریزوں کے باعث ہوا گریہاں کا پس منظر قدرے مختلف ہے۔ (1) صوبہ خیبر پختونخواہ پر انگریزوں کی نظر میں اس وقت سے تھیں جب وہ 18 ویں صدی عیسوی کے وسط میں جنوب مشرقی ہند اور پھر شامی ہند میں اپنی حکومت کے قیام کے لئے نہ رکھ رہا تھا۔ انگریز نہ صرف پورے ملک پر سلطنت کا منصوبہ بنانے کے تھے بلکہ ہندوستان پر قبضے کے بعد ان کی نظریں افغانستان پر گئی ہوئی تھیں۔ ہندوستان پر قبضے میں استحکام کے نقطہ نظر سے شمال مغربی سرحدوں کی طرف سے انہیں پورا اطمینان ہونا ضروری تھا۔ خیبر پختونخواہ پر قبضے سے ان کے پیش نظر کئی فوائد تھے:

*فیپارٹمنٹ آف سوشل سائنسز ایڈیشن یونیورسٹی، زرگی یونیورسٹی، فیصل آباد

**پروفیسر ادارہ تعلیم و تحقیق، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(الف) ہندوستان پر ہمیشہ شمال مغربی سمت سے حملے ہوئے تھے۔ اب انگریزوں کو بھی اسی سمت سے خطرہ تھا کہ کہیں افغانستان، ایران وغیرہ سے کوئی صاحب ہمت اٹھ کر ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں کے سلطنت سے آزاد کرنے کے لئے نہ چڑھ دوڑے۔

(ب) 1831ء میں سید احمد شہید کی ناکامی کے باوجود تحریک جہاد کے اثرات آزاد قبائل اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں موجود تھے۔ انگریز اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کی خاکستر میں چھپی ہوئی یہ چنگاری کسی وقت شعلہ نبوالہ بن کر خرمین آرزو جلا کر خاکستر بنادے۔

(ج) افغانستان پر قبضے اور توسعہ پسندانہ عزادم کی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہیں۔ (2)
اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ پر انگریزوں کے لئے بقہہ کرنا کس درجہ ضروری تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے ایک منصوبے کے تحت جال پھیلانا شروع کیا۔ جوں جوں خیبر پختونخواہ پر سکھوں کی گرفت کمزور ہوتی گئی بیش استعمال اس پر اپنا اسٹسل جماتا گیا۔ حتیٰ کہ 19 ویں صدی کے وسط تک پورے خیبر پختونخواہ پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن بقہہ کر لینے سے ہی خطرات کا انسداد نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد کامن صوبہ انگریزوں کے پیش نظر یہ تھا کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے غیور پٹھانوں میں ایک ایسا فکری انقلاب لا یا جائے کہ وہ انگریزوں کے لئے خطرہ باتی نہ رہیں۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ کسی طرح صوبہ خیبر پختونخواہ کو عیسائیت کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر بنا لیا جائے تو جو نہ ہبی عصیت انہیں انگریزوں سے نفرت اور ان کی حکومت کی مخالفت پر مجبور کرتی ہے۔ اس کا رخ تبدیل ہو جائے گا۔ یوں دنیا و دین دونوں ان کے ہاتھ آ جائیں گے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کا جو منصوبہ بنایا اس کے لئے عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور سب سے بڑھ کر مشنری اسکولوں کے متوجہ پر انگریز امید لگائے بیٹھے تھے۔ (3)

اس منصوبے میں انگریزوں کو تونا کامی ہوئی لیکن مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا ضرور پیدا ہو گیا کہ جو عہدِ جدید کے حالات و تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مسلمانوں کے مرد جہاد و نظام تعلیم میں اصلاح و ترمیم کی ضرورت کو محسوس کرتا تھا۔ اس گروہ کے بالغ نظر لوگوں میں سے پشاور کے رئیس فدا محمد خان نے جو یورپ میں پیرسٹری کی تعلیم حاصل کر کے آئے تھے، مسلمانوں میں جدید تعلیم کی تحریک کو پروان چڑھانے کی کوشش کی۔ ان کی اس تعلیمی تحریک میں پشاور کے مشہور ٹھیکیدار بابو غلام حیدر، میاں عبدالکریم نے نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا اور اس تحریک کو دامے، قدمے، شنے کا میاں بنانے میں سمیٰ کی۔ (4)

مسلم نوجوانوں میں بیداری حریت "اسلامیہ کالج" کی خدمات

ان حضرات نے انہجن حمایتِ اسلام کے نام سے مسلمانوں کی ایک جماعت تشكیل دی۔ اس جماعت نے ایک طرف اسلامیہ اسکول کی بنیاد رکھی تاکہ مسلمان پچوں کو مشنری اسکولوں کی غیر اسلامی اور عیسائیت سے مسوم فضا سے بچا کر انگریزی زبان اور سائنس کی تعلیم دی جائے۔ ساتھ ہی ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی کیا جائے۔ ملت کے ان ہی ہبھی خواہوں نے اسلامیہ اسکول کی بنیاد 1890ء میں رکھی جو 1903ء میں ہبھی اسکول کے درجے تک پہنچ گیا۔ اس کی اپنی عمارت بھی بن گئی۔ اسلامیہ کلب قائم ہو گیا۔ طلبہ کے لئے ایک ہاٹل، ایک اعلیٰ درجے کا کتب خانہ و دارالعلوم نیز پلک جلوسوں کے لئے ایک وسیع ہاں بھی بن گیا۔ انہجن حمایتِ اسلام کے ان اداروں نے پشاور میں مسلمانوں کے تعلیمی، تہذیبی اور علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر لی۔ (5)

مسلمانوں کی کم نیسی یہ ہوئی کہ ان حضرات کے بعد ان کے جانشین ان صلاحیتوں کے مالک نہ تھے۔ نتیجہ یہ تکلا کہ ان اداروں کو ترقی دینا تو درکنار، ان کو سابقہ حالت پر بھی باقی نہ رکھ سکے۔ چنانچہ 20 ویں صدی کی پہلی دو دہائیاں گزرتے ہی تمام ادارے بند ہو گئے۔ ٹھیک اسی زمانے میں خیر پختونخواہ کے بھلی صاحبزادہ عبدالقیوم خان مسلمانوں کی خدمت و رہنمائی کے میدان میں آئے۔ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے صوبہ خیر پختونخواہ کے چیف کمشنر جارج رووس کیپل (George Roos Keppel) کی امداد اور تعاون حاصل کر لیا۔ اگست 1909ء میں حمایتِ اسلام ہبھی اسکول کے سالانہ جلسے میں ایک کمیٹی کی تشكیل کا اعلان کیا گیا۔ جس کے ذمہ درس گاہ کے لئے ابتدائی منصوبہ تیار کرنا تھا۔ (6)

اس منصوبے کے مطابق پشاور سے درہ خیر کی طرف پانچ میل کے فاصلے پر ایک دارالعلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ وہی دارالعلوم اسلامیہ ہے جو بعد میں اسلامیہ کالج پشاور کے نام سے مشہور ہوا جس کے لئے

Olaf لکھتا ہے:

Together they created the Islamia College, now grown into the University of Peshawar. This is their joint and visible monument, the tribute to their fore-sight and wisdom. (7)

یوں صاحبزادہ عبدالقیوم خان اور رووس کیپل کی ان تھک کوششوں سے اسلامیہ کالج (Bana) 1911ء میں حاجی صاحب ترنسنگری نے کالج کی جامع مسجد اور کالجیٹ اسکول کی بنیاد رکھی۔ اس موقع پر ایک پروقراتقریب کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں بڑے بڑے علماء، خوانین، سرکاری افسران اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں نے

شرکت کی۔ کالج کی بنیاد روس کپیل نے رکھی۔ مارچ 1913ء میں اسکول کی جماعتیں شروع ہوئیں جبکہ کیم اکتوبر 1913ء کو کالج کی جماعتوں کا باقاعدہ اجراء ہوا۔ (9)

اہداف:

انگریزوں کے عہد میں حکومت نے برصغیر پاک و ہند میں تعلیمی ادارے اس لئے قائم کئے تھے کہ یہاں حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے کلرک، اکاؤنٹنگ یا اسی تعلیم کے دوسرے اہل کار حاصل ہو سکیں۔ ان اداروں کا دوسرا بڑا مقصد یہ تھا کہ طلبہ کے ذہنوں میں سے آزادی اور حب الوطنی کا جذبہ بیسکرنس کال دیا جائے (10)۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں انگریزی کے چند پرائزی اسکول دیہات میں اور تین ہائی اسکول شہروں میں تھے جن میں تعلیم حاصل کرنے والے صرف خوشنین اور سرداروں کے بچے تھے جو انہوں نے اپنے مخصوص مقاصد حاصل کرنے کے لئے کھولے تھے کیونکہ انگریزوں کی یہ پالیسی تھی کہ یہ خطہ کسی حالت میں بھی علم کی روشنی سے منور نہ ہو۔ بقول پروفیسر عبدالجید افغانی ایک مرتبہ صاحب زادہ عبدالقیوم نے پٹھانوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے ایک انگریز سے بات کی توجہ اسکے بدلے ”بگالیوں کو تعلیم دے کر ہم نے کوئی ساف نہ کرنا اٹھایا جو پٹھانوں کو تعلیم دے کر اٹھائیں“۔ (11) گویا یہ نوابزادہ عبدالقیوم کی فراست اور سیاست کا بین ثبوت ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے انگریزوں کو قائل کیا کہ پٹھانوں کو تعلیم دینے سے کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ جب تک ہندوستان پر ان کا قبضہ رہے گا وہ خیبر پختونخواہ پر بھی قابض رہیں گے کیونکہ صوبہ خیبر پختونخواہ ہمیشہ سے ہندوستان کا ایک صوبہ چلا آ رہا ہے۔ دوسری طرف انہوں نے مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلے میں سوچنا شروع کیا۔ کیونکہ 1901ء میں جو کریم شاہ کالج پشاور میں کھولا گیا۔ اس کالج میں بانیبل کی تعلیم لازمی تھی۔ اس لئے مسلمان اپنے بچوں کو اس کالج میں داخل نہیں کراتے تھے۔ نتیجے کے طور پر مسلمان تعلیم سے محروم رہتے تھے۔ 1909ء کے اوائل میں صاحبزادہ عبدالقیوم، صوبہ خیبر پختونخواہ کے چیف کمشنز جن سے ان کے دوستانہ تعلقات بھی تھے کے ساتھ سرکاری کام سے مکلتے گئے۔ اس دوران انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا دورہ کیا (12)۔ اس دورہ کے بعد صاحبزادہ عبدالقیوم نے روس کپیل کے مشورہ سے جو تعلیمی اسکیم مرتب کی، اس کے مطابق اسلامیہ کالج پشاور وجود میں آیا اور درج ذیل اس کے مقاصد قرار پائے:

The aim of the college was to educate the youngsters of N.W.F.P and bring them to the level of the rest of India to

enlighten them with the true knowledge of science and technology.(13)

کیم اکتوبر

نشاناتِ منزل:

بانی مدرسہ صاحبزادہ عبدالقیوم کی بڑی تمنا تھی کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نمونے پر ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے روس کیپل کے ہمراہ علی گڑھ کا دورہ بھی کیا۔ 18 جنوری 1910ء کو علی گڑھ کے ناظم دینیات مولانا عبداللہ الانصاری پشاور آئے۔ تو ان سے رہنمائی حاصل کی گئی (14)۔ کالج کے سابق پرنسپل خلیجی بے ڈی کے مطابق نصاب تعلیم علی گڑھ والا ہی رکھا گیا۔

The pattern was the same as seen at that other great seat of learning in Aligarh.(15)

ممتاز احمد خان جو کہ اس کالج کے طالب علم رہ چکے ہیں اور پاکستان آرڈینیشن فیلٹر یز وہ کینٹ سے بطور استٹنٹ ورکس میخبر ریٹائر ہوئے ہیں وہ خبیر کے "جشن الماس نمبر" میں اپنی یادداشت قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: صوبہ خیبر پختونخواہ کے مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لئے صاحبزادہ عبدالقیوم خان کے دل میں ایک ترپ تھی جس کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے پشاور کے نواح میں جزو درود پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ڈگر پر اسلامیہ کالج پشاور کی بنیاد ڈالی (16)۔ کالج ہذا کی مختلف پرائیسٹس کے مطالعہ سے نصاب تعلیم کے زمرے میں معلوم ہوتا ہے کہ کالج میں انٹر اور ڈگری سطح پر آرٹس، سائنس اور تھیالاوجی جیسی تین بڑی جمیتوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔

الحکمة میراثِ مومن:

اسلامیہ کالج نے برصغیر میں اور خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ کے عوام میں حیرت انگیز ڈنی بیداری پیدا کی۔ جس وقت پاک و ہند میں انگریز سامراج کا دور دورہ تھا اور مسلمانان پاک و ہند جس طرح انگریز سامراج کے غلام بن چکے تھے نیز انگریز سامراج سے آزاد ہونے کے آثار بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ اس وقت اسلامیہ کالج نے جس طرح لوگوں میں آزادی کا شعور بیدار کیا وہ کسی سے ڈھکی چپکی بات نہیں۔ اس کالج کے طالب علموں نے جگہ جگہ محلے محلے، شہر شہر، قصبے قصبے اسلام اور مسلمانوں کے لئے انگریز سامراج سے آزادی کی روح پھونکی۔ یہ ہی اس تعلیمی تحریک کی حکمت تدریس تھی کہ طلبہ جدید علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ اخلاقی، معاشری، معاشرتی، اسلامی اور

نئے کے
ل پروفیسر
یک انگریز
(11)
انگریزوں
کے گاہ وہ خبیر
ہے۔ دوسری
نئی پشاور میں
بس کرتے
اصوبہ خبیر
گئے۔ اس
نے روس
جذیل اس

N.W.F

سیاسی اقدار کے حامل ہوں۔ اس سلسلے میں اس کالج کے ایک طالب علم محمد سالم خان خلیل ایڈ ووکیٹ جو بعد ازاں پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے لکھتے ہیں کہ:

اپنے ذاتی تجربے کی نمایاد پر کہہ سکتا ہوں کہ اس کالج میں جو بھی طالب علم رہا ہوگا اس میں سیاسی شعور ضرور ہوگا یا اس کالج کی سب سے بڑی خوبی ہے اور اس کا طالب علم سیاسی شعور میں کسی سے پچھے نہیں ہوتا۔ اس کالج میں پڑھنے سے ہر طالب علم میں اسلامی اقدار پیدا ہوتی ہیں اور اس کا طالب علم اسلامی تعلیمات میں کسی سے کم نہیں ہوتا۔ اس کالج کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا طالب علم مہمان نواز اور دلیر ہوتا ہے جو ایک اسلامی صفت ہے۔ وہ باحیا ہوتا ہے اور زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں نام پیدا کرتا ہے۔ ایسی ہزاروں زندہ مثالیں موجود ہیں۔ میں خود بھی ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا لیکن اس کالج کے سیاسی شعور اور ذہنی بیداری نے مجھے 27 سال کی عمر میں قومی اسمبلی کا ممبر بننے کا موقع فراہم کیا یہ سیاسی شعور اللہ نے اس کالج کی بدولت مجھے بخشنا۔ (17)

بانی کالج صاحزادہ عبدالقیوم خان ہمہ وقت طالبہ کو خوب سے خوب تربیتے میں مصروف رہتے۔ ان کو جب خیر پختونخواہ سے باہر کسی قابل پروفیسر کے متعلق خبر پہنچ جاتی تو ان کی حتی الوعی کو شوش ہوتی کہ اس اسلامیہ کالج میں ملازم رکھا جائے۔ آپ خود اس کو لانے کی کوشش کرتے یا اپنی بھیجتے۔ اگر یہ بات کا رگرہ ہوتی تو ان کو دعوت دی جاتی اور اچھی طرح خاطر تواضع کے بعد انہیں اسلامیہ کالج اپنے ساتھ لے آتے۔ اور اسی طرح ان سے لیکچر دلوادیتے۔ یہاں تک کہ علامہ اقبال جیسی شخصیت کو بھی آپ کھینچ لائے (18)۔ نظم و ضبط، پابندی وقت، اساتذہ کی قابلیت اور طالب علموں پر شفقت جیسی خصوصیات حکمت تدریس کے اہم ستون تھے۔ اساتذہ پڑھانے کے لئے تیاری سے آتے تھے۔ اور سوائے تعلیمی باتوں کے دیگر غیر ضروری باتوں سے گریز کرتے تھے (19)۔ تجربہ کار، اعلیٰ تربیت یافتہ اور اپنے مضامین پر مکمل درستس رکھنے والے یہ اساتذہ طلبہ میں اپنا علم منتقل کرنے کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ان کے مطابق طلبہ کا ہر لمحہ نہایت قیمتی ہوتا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ لہذا اس قول پر سختی سے عمل ہوتا تھا (20)۔ رشتہ استاد و طالب علم کو پچنگی عطا کرنے کے لئے باقاعدہ ٹیئوریل گروپس بنائے گئے تھے جیسا کہ کالج ہذا کے پرانے طالب علم محمد ارشاد بیان کرتے ہیں کہ:

The Tutorial group was also quite good institution and responsible for good relations between students and teachers. (21)

انحضر تدریس کی حکمت یہ ہی کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا خصوصی انتظام تھا جیسا کہ کالج کے ایک سابق طالب علم فرہاد جان لکھتے ہیں:

Besides, high academic standard Islamic college contributed a lot to the character building activities. For this purpose, a sermon period was made an integral part of the college time table.(22)

ساختی ڈھانچہ / Structural Pyramid

تعلیمی نظام میں جن اساتذہ کرام نے بنیاد کا کام دیا ان میں اے سی ٹی برادرٹن (A.C.T.Brotherton) ایج ایم کلوز، قاضی عنایت اللہ پروفیسر نفیس الدین، طاہر فاروقی، جلال الدین، شبیر الدین، مسٹر سکٹ، شیخ محمد یوسف شیخ منہاج الدین، مرتضیٰ انور بیگ، حافظ محمد عثمان اور حافظ محمد ادريس شامل تھے (23)۔ تعلیمی نظام کی بنیادوں کو مزید مستحکم کرنے کے لئے پرائیوریل (Proctorial) نظام قائم تھا۔ اس نظام کا سربراہ پروفیسر صاحبان سے کوئی ہوتا تھا جبکہ کالج اور ہاٹشل کے مختلف طلبہ ان کی معاونت کرتے تھے۔ ان پرائیور طلبہ کو مختلف ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں۔ مثلاً یونیفارم اور نظم و ضبط کی پڑتال کرنا، صدر بازار اور پشاور شہر جا کر طلبہ سے سپرنٹنڈنٹ صاحبان کے اجازت نامے چیک کرنا وغیرہ۔ قوانین و ضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر بھاری جرمانے لگتے اور والدین کو مطلع کیا جاتا تھا۔ یہ پرائیوریل نظام بڑا منظم تھا۔ اس کی وجہ سے طلبہ کے کردار کا خیال رکھا جاتا تھا۔ کیا مجال کر کوئی طالب علم شیطانی کرے یا کالج اور ہاٹشل سے غیر حاضر ہو۔ (24)

خیر یونین:

اس وقت طلبہ کی غیر سیاسی انجمن تھی جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ طلبہ کو ایسی تربیت مہیا کی جائے کہ وہ تقریر کرنا سکھیں اور عملی زندگی میں سرخوبی حاصل کریں۔ خیر یونین کی صدارت اور جزل سیکرٹری شپ کے لئے سخت مقابلے ہوتے تھے۔ یہ مقابلے طلبہ کے ناموں پر ہوتے تھے نہ کہ آج کل کے سیاسی گروپوں کے طرز پر۔ طلبہ کسی نہ کسی طالب علم گروپ کی حمایت و معاونت کرنے میں اپنی گہما گہما دکھاتے تھے۔ کالج اور ہاٹشلوں میں تقاریر کرتے

میں سیاسی
ہوتا۔ اس
کسی سے کم
لامی صفت
ہیں۔ میں
نمیں قومی
ہتے۔ ان کو
س اسلامیہ
تی تو ان کو
ح ان سے
ت اساتذہ
نے کے لئے
زب کار؛ اعلیٰ
جنبد بر کھتے
تی سے عمل
شے جیسا کہ

respon

اپنے گروپ کے امیدوار کو کامیاب کروانے کے لئے دن رات کوشش رہتے تھے۔ مباحثہ سیکھنے کے لئے خبر یونیورسٹی
ایک تربیتی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ (25)

فریکل ایجوکیشن کورس:

سال اول اور سال دوم کے طلبہ کیلئے صبح پی۔ ٹی کا کورس مکمل کرنا ضروری ہوتا تھا۔ ورنہ امتحانات
اور خاص کر یونیورسٹی کے امتحانات میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ ان دونوں بورڈ کا کوئی وجود نہیں ہوتا تھا۔ لہذا
تمام امتحانات یونیورسٹی ہی برآہ راست لیا کرتی تھی۔ پی۔ ٹی کا لجع کے طلبہ کے لیے ہوتی تھی اور ہائل کے طلبہ کے
لئے سی ایم ٹی کا کورس مکمل کرنا ضروری ہوتا تھا۔ جس کے انچارج ایم ٹکلوز ہوا کرتے تھے۔ یہ کورس ستمبر سے
نومبر کی نسبت بستے جھوٹ تک ہوا کرتے تھے۔ ہائل کے علاوہ روزمرہ کانج آنے والے طلبہ صبح چھ بجے کانج کے پچھے
لان میں پہنچ جایا کرتے تھے اور تقریباً ایک گھنٹہ تک پی۔ ٹی کیا کرتے تھے۔ صبح کی یہ ورزش طلبہ کو سارا دن تروتازہ
رکھتی تھی۔ (26)

بزم السنہ شرقیہ یا بزم ادب:

بزم السنہ شرقیہ یعنی مشرقی زبانوں کی بزم۔ یہ نام چونکہ عام فہم نہیں تھا لہذا بعد ازاں اس کا نام بزم ادب
رکھا گیا۔ یہ بزم بڑے پیمانے پر مشاعرے کرواتی تھی۔ جس میں قومی سطح کے شاعر اپنا کلام پیش کر کے دادو تحسین
حاصل کرتے تھے۔ اس وقت کے چند مشہور شعراء یہ تھے۔ رضا ہدایی، فارغ بخاری، خاطر غزنوی، احمد فراز، محسن
احسان، حافظ لدھیانوی، محمود سرحدی، دوہندوستانی شعراء... وہن صدیقی اور خمار بکنوی، پشو شعراء... حمزہ شنواری،
اجمل خٹک، یونس خلیل، ہمیش گل ہمیش، سید رسول رساو غیرہ۔ (27)

سرمن (Serman) اور لکھنگار:

ہر اتوار کی صبح ایک گھنٹہ کا سرمن (Serman) روس کیپل ہال میں ہوتا تھا۔ جس میں قاضی نور الحنفی
ندوی (ڈین تھیالوجی) نصیحت آموز خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس پیریڈ میں حاضری لازمی ہوتی تھی۔ غیر حاضر طلبہ کو
جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ (28)۔ اس پیریڈ میں تقریر کرنے کے لئے قاضی نور الحنفی ندوی کے علاوہ دنیا بھر کے جید عالم
سیاستدان، سائنس دان، شاعر، ادیب اور صحافی بھی مدعو کئے جاتے تھے۔ ان شخصیات میں سید ابو الحسن ندوی (عالم
دین بھارت) مولانا مودودی، ڈاکٹر ذاکر حسین (جو بعد ازاں بھارت کے صدر بنے)، علامہ اقبال، فائد عظیم، مولانا

مسلم نوجوانوں میں بیداری حریت "اسلامیہ کالج" کی خدمات

ابوالکلام آزاد، نواب بہادر یار جنگ، خان عبدالقیوم خان، (صدر پروفیشنل اسپیشل نیبیر پختونخواہ)، سردار عبدالرب نشر شامل ہیں۔ مشہور قانون دان، حبیب اللہ خان مرودت سیشن نجح پشاور اور خان محمد ابراہیم خان کمشنر صوبہ نیبیر پختونخواہ کو جب تکھریدینے کے لئے مدعو کیا گیا تو انہوں نے اپنی لیاقت کا ثبوت دیتے ہوئے کئی ایک باریک قانونی
کنٹے سمجھائے جس سے طلبہ مستفید ہوئے۔ (29)

ٹیوٹوریل (Tutorial) گروپ:

کالج میں ٹیوٹوریل گروپ کا نظام رائج تھا۔ ہر شاف ممبر کے گروپ میں 25 تا 30 طالب علم مختلف جماعتوں سے ہوا کرتے تھے۔ ٹیوٹوریل گروپوں میں بھی طلبہ مباحثوں یادگیر ہم نصابی مشاغل میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اتوار کو ان گروپوں کی خصوصی نشست ہوتی تھی۔ جس کا ہر طالب علم کو بے چینی سے انتظار رہتا تھا کیونکہ:

These groups would also arrange excursion tours, picnic parties and would thus promote social inter-action activities amongst the students. (30)

اسلامیہ کالج کی ایک ہائی کنگ سوسائٹی بھی تھی۔ جو ہر سال موسم گرم کی تعطیلات میں طلبہ کی ایک جماعت کے لئے کشمیر، کابل، دہلی اور آگرہ وغیرہ کی سیر و سیاحت کا انتظام کرتی تھی۔

کھیل:

تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیل کو دکابر ۱۹۴۷ اچھا انتظام تھا۔ ہائی فٹ بال، ٹینس اور کرکٹ کی اچھی اور مضبوط ٹیمیں تھیں۔ جو دوسرے کالجوں سے نہ صرف میچ کھیلتیں بلکہ جیت کر آتی تھیں (31)۔ سالانہ سپورٹس ڈے کالج کی تقریبات میں نمایاں اور اہم تقریب ہوتی تھی۔ سالانہ میچ نہ صرف کالج کے طلبہ بلکہ شہر اور دگر کے دیہاتوں کے لئے میلے کا درجہ رکھتے تھے۔ کالج کے ایک سابق طالب علم جو کہ انگلینڈ میں نامور پروفیسر آف سر جری ہیں کھیل کے میدان پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

At least three of the Islamia players later played for Pakistan National team. In addition Islamic excelled in and dominated cricket, field hockey, lawn tennis and track. (32)

لاجئری:

اسلامیہ کالج پشاور کی ایک منفرد خصوصیت اس کی لاجئری تھی بلکہ ہے۔ جس میں کثیر کتب کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں نادر و نایاب اصل مسودات اور مخطوطات ہیں۔ یہ کتب اور مخطوطات تحقیق کنندگان کے لئے سیر حاصل ذرائع ہیں۔ لہذا صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک طلبہ بھی اس منع سے مستفید ہوتے رہے (33)۔ پشاور کے ایک علمی ادبی گھر ان کے چشم و چراغ مولانا غلام جیلانی کی ایک اپنی لاجئری تھی۔ جج کے دوران مکہ اور مدینہ منورہ سے نادر کتب ساتھ لانا ان کا مشغله تھا۔ ان کی لاجئری میں اعلیٰ شہرت کے حامل افراد مثلاً محمد بنی عمران مقدسی، علامہ جبراہی اور شیخ عبدالحق آف دہلی کے ہاتھوں سے لکھنے خواجات بھی موجود تھے۔ مولانا غلام جیلانی کو اپنی لاجئری بہت عزیز تھی۔ لہذا وہ سطحی قسم کے افراد کو کتب جاری نہیں کرتے تھے۔ ان کی افسوس ناک وفات کے بعد امیر کابل نے ان کی لاجئری ڈیڑھ لاکھ روپے کے عوض خریدنے کی خواہش ظاہر کی مگر ان کے وارثوں نے اس قیمتی وراثت کو دینے سے انکار کر دیا۔ باñی اسلامیہ کالج صاحبزادہ عبدالاقیم کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کالج لاجئری کے لئے اسے وقف کرنے کی کوششیں تیز کر دیں اور بالآخر ان کوششوں میں کامیاب ہوئے۔ یوں یہ پیش بہا سرمایہ علم اسلامیہ کالج پشاور کی لاجئری میں منتقل ہوا۔ (34)

کالج رسالہ:

طلبه کی تحریری و ذہنی صلاحیتوں کو نکھرانے کے لئے سہ ماہی رسالہ ”خیبر“ نکالا جاتا تھا۔ 1922ء سے 1961ء تک یہ سہ ماہی مجلہ کے طور پر نکالتا رہا جب کہ 1961ء کے بعد سے یہ سالانہ رسالہ کے طور پر نکلتا ہے ”خیبر“ جو کہ ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ ہندوستانی قوم کے لئے عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً ایک خبریہ پیش کش تھا۔ اس کی زندگی کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا دور 1922ء سے 1946ء تک ہے۔ اس دورِ غلامی میں ”خیبر“ پر یہ ایک آف 35 کے تحت کام کرتا تھا۔ اس دور میں نظیمیں اور غزلیں اگر چہروانی سے لکھی جاتی تھیں بلکہ بنیادی طور پر وہ روانی تھیں۔ یعنی عاشق و معشوق کی باتیں، جدائیاں اور ملاقاتوں پر مشتمل۔ ہاں بھی ایسی تحریر بھی کسی محبت وطن کی آجائی تھی:

اے خیبر اے آئینہ رفتگاں
کہ فسانہ عہدِ ماضی بیان

مسلم نوجوانوں میں بیداری حریت "اسلامیہ کالج" کی خدمات

کہ مسلم جوان آج بیدار ہے

غلامی سے دل آج بیدار ہے

نشہ لوٹنے کو ہے مے خوارکا

نیارنگ ہے آج گلزار کا

"خیبر" کا دوسرا دور 1940ء سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری جنگ عظیم کے باعث دنیا آگ و خون کا دریابی ہوئی تھی۔ دنیا کا کوئی کونہ محفوظ نہ تھا۔ انسان کی حشیث صرف ایک جنگی جانور کی مانند ہو کر رہ گئی تھی۔ مغرب کی ہوس بام عروج پڑھی۔ بیروزگاری کی چھری گلوں پر چل رہی تھی۔ ان تمام حالات و واقعات سے آگاہی ہمیں "خیبر" کے صفات سے ملتی تھی۔ اس وقت کے شاعر گھری نیند سونے والوں کو یوں بیدار کر رہے تھے۔

عہدہ رفتہ کو اپنے یاد کرو

نوجوانوں اٹھو جہاد کرو

گردش صحیح و شام کو بدلو

دہر کے اس نظام کو بدلو

ملک میں پھر بھار آجائے

پھر وہی روز گار آجائے

آزادی حاصل کر لینے یعنی 1947ء کے بعد "خیبر" کے تیسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اب خیبر آزاد قوم کی آواز کے طور پر ابھرا۔ اس دور میں مجاہدین تحریک پاکستان کے لئے اس کا خصوصی شمارہ "پاکستان نمبر" نکلا گیا۔ جس میں نظریہ پاکستان، پاکستان کے ابتدائی مسائل، تحریک پاکستان میں علامہ اقبال اور قائد اعظم کے کردار کے بارے میں مضامین شائع ہوئے۔ 1962ء کے بعد سے یہ رسالہ سہ ماہی کی بجائے سالانہ رسالہ کے طور پر نکلتا ہے اور تین زبانوں (اردو، انگلش، پشتو) پر مشتمل ہوتا ہے۔ (35)

اقامت گاہ / ہائل:

اسلامیہ کالج اقامتی ادارہ تھا۔ اس ائمہ کرام کو مکان اور بیکھے بغیر کسی کرایہ کے دیئے جاتے تھے۔ جبکہ طلبہ کے لئے سات مختلف ہائل تھے۔ ہر ہائل میں اس ائمہ کرام میں سے ایک سپرینٹنڈنٹ اور ایک اسٹینٹ سپرینٹنڈنٹ ہوتا تھا۔ یہ دونوں طلبہ کے لئے انتظام و انصرام کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ کھانا دن میں دو مرتب دیا جاتا تھا۔ کھانے کی

رقم مبلغ گیارہ روپے فی کس ماہو تھی۔ ہاٹل کی زندگی باضابطہ پر سکون اور ہر لحاظ سے قابل دیدھی۔ (36)
 ہاٹل کے تمام طلباء علی الصبح اٹھ جاتے اور ان کی "Dress Prade" کروائی جاتی تھی۔ اس پر یہ میں
 ہاٹل کا اوارڈن تمام طلباء کے لباس چیک کرتا تھا۔ طلبہ کو اپنے کمرے صاف سترہ رکھنے کی ہدایت تھی جو اساتذہ
 کرام باقاعدہ چیک کرتے تھے۔ ہاٹل کا یہ اجنب تک گھنٹی نہ بجا تا تک کوئی طالب علم دوپہر یارات کے کھانے
 کے لئے کھانے کے کمرہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ تمام طلباء دن میں دو مرتبہ (سپہرا اور شام) کامن روم، میں جاتے
 تھے۔ رات آٹھ بجے جب گھنٹی بجتی تو تمام طلباء 11 تک لازماً مطالعہ کرتے تھے۔ ہاٹل میں طلبہ بھائیوں کی
 طرح رہتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھڑو میں شریک ہوتے تھے۔ سپر نینڈنڈ کالج کی گھنٹی بجنے سے قبل حاضری
 لگاتے اور وردی چیک کرتے تھے۔ کوئی طالب علم سپر نینڈنڈ کے تحریری اجازت نامے کے بغیر شہر یا صدر نہیں
 جاسکتا تھا۔ غیر حاضری کی صورت میں فوراً والدین کو مطلع کیا جاتا تھا۔ (37)

درودل کے واسطے پیدا کیا انساں کو:

1908ء کے اوخر یا 1909ء کے اوائل میں سر جارج رویں کلپل اور صاحبزادہ عبدالقیوم خان سرکاری
 کام سے کلکتہ گئے اس دوران انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا دورہ کیا۔ اس یونیورسٹی میں اس صوبے کے
 جو پڑھان طالب علم تھے۔ انہوں نے دونوں شخصیات کا شاندار استقبال کیا۔ ملاقات کے دوران انہوں نے یہ
 درخواست پیش کی کہ یا تو ان کے لئے علی گڑھ میں فرنٹنیئر ہاٹل تعمیر کیا جائے یا پھر ان کے لئے خیر پختونخواہ میں کوئی
 کالج کھولا جائے۔ اس مقصد کے لئے وہاں کے طلباء نے 60 روپے جمع کیے جو اس وقت کے لحاظ سے ایک خطریر رقم
 تھی اور یہ رقم رویں کلپل کے حوالے کی۔ رویں کلپل نے یہ رقم صاحبزادہ عبدالقیوم خان کو دے دی۔ (38)

پشاور سے واپسی کے تھوڑے عرصے بعد پشاور میں ہی صاحبزادہ کے ایک دوست عبدالکریم خان اندرابی
 کے گھر میں شہر کے معززین کو مدعا کیا گیا۔ شام کے کھانے پر صاحبزادہ نے موجود لوگوں کے سامنے بات شروع کی کہ
 آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ علی گڑھ میں فرنٹنیئر ہاٹل یا پشاور میں مسلم کالج؟ سب لوگوں نے خیر پختونخواہ میں مسلم
 کالج کے خیال کو سراہا۔ حاجی کریم بخش جو پشاور کی ایک بڑی کاروباری شخصیت تھی نے کالج میں مسجد کی تعمیر کا ذمہ قبول کیا
 اور میاں رحیم شاہ کا کاخیل نے ہاٹل بنانے کا وعدہ کیا۔ ایک عارضی کالج کمیٹی کا قیام عمل میں لا یا گیا۔ 29 مئی 1911ء
 میں اس کمیٹی کو پہلے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس کمیٹی کے ارکان میں کرمل نواب محمد اسلام خان، عبدالکریم
 خان اور صاحبزادہ عبدالقیوم خان شامل تھے۔ اس اجلاس میں کالج کی تعمیر کے سلسلے میں اہم فیصلے ہوئے۔ (39)

گویا سب سے پہلے مالی امداد کے سلسلے میں حاجی کریم بخش نے قدم اٹھایا اور 10 ہزار روپے نقد دینے کے علاوہ قرض حسنہ کا بھی وعدہ کیا۔ اس کے بعد میاں رحیم شاہ کا خیل، "نواب بادشاہ خان" نواب دیر اور نواب سر محمد زمان خان والئی امب نے اس کا رخیر میں حصہ لیا اور فرداً ایک لاکھ روپے یا کچھ زیادہ چندہ عطا فرمایا۔ ان اصحاب کے علاوہ نواب احمد نواب خان سدوزی، مہمند صاحب، حاجی صحبت خان آف پڑا نگ اور نواب محبت خان کے نام قابل ذکر ہیں جنہوں نے دس ہزار روپے چندہ دیا۔ (40)

پشاور اور چار سدھے کے مخیر حضرات نے کانج کے لئے دل کھول کر عطیات دیئے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کانج کی تعمیر کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے بذات خود صوبہ کے کونے کونے میں گئے۔ پشاور اور چار سدھے کے لوگوں نے سینکڑوں ایکٹھے میں کانج کے لئے بطور عطیہ دی جبکہ انکی بیانات نے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے سونے کے زیوارت ان کو دیئے۔ علاوہ ازیں اگست 1908ء میں روس کیپل صوبہ خیبر پختونخواہ کا چیف کمشنز مقرر ہوا۔ صاحبزادہ عبدالقیوم نہ صرف گورنمنٹ ملازم تھے بلکہ روس کیپل سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ یوں ان دونوں کی علم و دوستی نے حکومتی گرانٹ کو اسلامیہ کانج کے لئے ممکن بنایا۔ حکومت نے 2 لاکھ روپے ابتدائی خرچ کے لئے جبکہ 25 ہزار روپے سالانہ گرانٹ کی مدد میں منظور کئے۔ (41)

گویا چندہ عطیات، مالی امداد اور حکومتی گرانٹ اسلامیہ کانج کے وسائل بنے۔

گل و خاریاً یعنی:

یہ بات تاظہ میں اشتمس ہے کہ جب صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے آنکھ کھولی تو اس زمانے میں پٹھانوں کے اس خطہ ارض یعنی صوبہ خیبر پختونخواہ کو ملک بے آئیں کہا جاتا تھا۔ اس کے مکینوں کے متعلق ایسی بے بنیاد باتیں غیر اقوام کے ذہنوں میں بھادی گئی تھیں جو آدم خوروں کے قصے کہانیوں سے بھی زیادہ وحشت ناک تھیں۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں ہندوؤں کی طاقت بہت مضبوط تھی اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں بھی تجارت پر ان کا قبضہ تھا۔ کیونکہ پٹھان تجارت کے پیشہ کو اپنے لئے ذلیل اور باعث شرم تصور کرتے تھے۔ جبکہ لفظ "بنیا"، پشتو زبان میں گالی سمجھی جاتی تھی۔ انگریزی تعلیم کی بڑے شدومد سے مخالفت کی جاتی تھی۔ (42)

ان حالات میں دارالعلوم اسلامیہ کانج پشاور کی بنیاد کا معاملہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اس سلسلے کی مشکلات درج ذیل تھیں:

سب سے زیادہ تو خان خوانین مخالفت پر آمادہ تھے۔ ایک نواب نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ عبدالقیوم سے کہہ دو کہ وہ میرے پاس چندے کے لئے آدمی نہ بھیجے۔ میرے بچے لاہور میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر عام لوگ پڑھنا لکھنا سیکھ لیں گے تو میرے حق میں چام کون بھرے گا۔

خان خوانین کے علاوہ ”ملا گروپ“ نے اسلامیہ کالج جیسے تعلیمی منصوبے کی مخالفت کر کے بانی کالج کے مسائل میں اضافہ کیا۔ انہوں نے انگریزی تعلیم کی مخالفت میں عجیب و غریب باتیں مشہور کر رکھی تھیں مثلاً:

سبق و مدرسے وائی	و پارہ و پیسے وائی
جنت کنبے پھائے نہ وی	دوزخ کنبے پغوبے وائی

یعنی لوگ صرف دولت کی خاطر انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کے لئے جنت میں جگہ نہ ہوگی اور وہ دوزخ میں غوطے کھائیں گے۔ (43)

خوانین اور ملا گروپ کے علاوہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے عوام بھی اسلامیہ کالج کی وجہ سے انگریزی علوم کے پھیل جانے سے خوفزدہ تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انگریزی علوم کے حصول سے معاشرتی تبدیلی وقوع پذیر ہوگی اور یہ مقامی اقدار و راویات کے خلاف ہوگی۔ لہذا انہوں نے بھی اسلامیہ کالج کے اجراء کی مخالفت کر کے مسائل میں اضافہ کیا۔

اسلامیہ کالج کے اجراء کے مخالفین میں سے ایک گروپ نے اسے سیاسی رنگ دیا۔ ان کے مطابق اسلامیہ کالج کا اجراء دراصل صوبہ خیبر پختونخواہ کے عوام کو علی گڑھ سے دور رکھنے کی ایک سازش ہے۔ تاکہ علی گڑھ کو تباہ اور غیر موثق کر دیا جائے۔ (44)

اسلامیہ کالج جیسی عظیم تحقیق پر صاحبزادہ عبدالقیوم خان کو بجا طور پر ”سرسید سرحد“ کہا جاستا ہے۔ لیکن خیبر پختونخواہ کے اس سرسید کے مسائل علی گڑھ کے سرسید سے مختلف تھے۔ علی گڑھ کے سرسید احمد خان کے ساتھ محسن الملک، وقار الملک، مولانا شبلی اور الطاف حسین حالی جیسے مغلص و مختنی رفقائے کا رہتے۔ مگر صوبہ خیبر پختونخواہ کو علم کے نور سے منور کرنے میں صاحبزادہ عبدالقیوم تہاہ تھے جو سب سے بڑا مسئلہ تھا

پروفیسر عبدالماجد کے مطابق:

Syed had a society of friends and helpers of which Sir A.Q had non.(45)

- گوہر زمان پرنسپل یونیورسٹی پیلک اسکول پشاور کے مطابق اس تحریک کے سلسلے کے مسائل درج ذیل تھے۔

We cannot realise the difficulties which confronted Nawab Sahib at the very start. The selection of suitable site, the money, construction of building with hostels, provision of suitable staff for the institution, maintenance of accounts and clerical staff figured prominently.(46)

اسلامیہ کالج پشاور: نظام امتحانات و جائزہ:

امتحانات کے انتظام و انصرام کے لئے باقاعدہ ایک کمیٹی تھی جس کا سربراہ کوئی پروفیسر ہوتا تھا۔ اس شعبے کے اصول و ضوابط درج ذیل تھے:

- انٹراورڈ گری دونوں سطحوں پر ماہوار امتحان کے ذریعے طلبہ کی جائی تھی۔ پھر سال بھر کے ماہوار امتحانات میں سے تین بہترین امتحانات انٹرمیڈیٹ بورڈ / یونیورسٹی کوارسال کئے جاتے تھے۔

- سالانہ امتحان سے پہلے داخلہ نیٹ بھی لیا جاتا تھا۔

- طلبہ کو فراہم کردہ کوئی بھی مالی امداد صرف اسی صورت قائم رہ سکتی تھی جب تک طالب علم کا تعلیمی معیار اچھا رہتا تھا۔

- چیزیں میں امتحانات کمیٹی، امتحانات کی تواریخ مقرر کرنے کے علاوہ ان کے انعقاد کا انتظام و انصرام بھی کرتا تھا۔

- سالانہ امتحان سے پہلے داخلہ نیٹ نہ صرف طلبہ کے لئے معاون بلکہ لازمی تھا۔ امتحان سے غیر حاضری کی صورت میں پانچ سو روپے (-/- 500 روپے) جرمانہ ہوتا تھا۔

- پرچہ جات بنانے کے لئے کالج میں خفیہ برائی قائم تھی۔

- امتحانات میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو انعامات دیے جاتے تھے۔ (47)

شاہین کا تجسس:

صوبہ خیبر پختونخواہ مختلف ادوار میں علم و فن کے مختلف مراحل طے کرتا رہا بلکہ کروٹیں بدل بدل کر مختلف حالات و واقعات اور انقلاب کا شکار بھی ہوا لیکن پھر بھی یہ علمی رجحان عملی اور جسم صورت میں جلوہ افروز ہونے کی سعی لا حاصل میں مصروف رہا۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کا اسلامیہ کالج پشاور..... جو کہ صرف ایک کالج ہی نہیں بلکہ ایک عظیم تحریک تھی..... یہ علمی و مذہبی تحریک فرنگی عصیت کے باوجود مرعوب نہ ہو سکی۔ بلکہ اس نے ایک ٹھوس شکل میں عیاں ہونے کے لئے مصمم عزم کئے تھے گان علم کے لئے حوض کوڑ کاروپ دھار لیا (48)۔ تب ہی کالج کی ڈائمنڈ جوبلی پر اپنے پیغام میں واس چانسلر بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان نے کہا کہ: اسلامیہ کالج پشاور ہماری تحریک آزادی کا وہ روشن باب ہے جس پر ہمیں بجا طور پر ناز ہے۔ (49)

اس کے قیام و بقا میں وہ ہستیاں کا رفرما ہیں جن کے جذبہ عقیدت ملی کوتار تھے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان میں بائی کالج صاحبزادہ عبدالقیوم خان کا نام سر فہرست ہے جو ایک عالم، بہترین مقرر، فقید المشاہ رہنمای عظیم مدبر سیاستدان، تاریخ ساز شخصیت، عظیم محب وطن، علم پرورد اور راست گوانسان تھے۔ لیکن ان کی کامیابی کا راز ان کی محنت و دیانت، خوش اخلاقی، برباری، منكسر الامر اجی، شفقت، فیاضی، شیریں کلامی، عزم و بہت اور عفو و درگزر میں مضر تھا۔ یہ ان کی حکمت عملی اور خوش اسلوبی کا واضح ثبوت ہے۔ کہ انہوں نے ایک طرف جدید علوم سے گریز ان اور انگریزی کے مخالف عوام کو ان علوم کے حصول کی طرف مائل کیا تو دوسری طرف انگریز حکومت سے ادارے کیلئے امداد حاصل کی۔ مگر انگریزوں کے نہ موم مقاصد کو کبھی پورا نہ ہونے دیا۔ (50)

صاحبزادہ عبدالقیوم خان کے علاوہ سردار عبد الراب نشتر، حاجی صاحب ترکانی اور ملک و ملت کے عظیم محسن قائد اعظم نے بھی اس تحریک کو ترقی دینے میں عملی حصہ لیا۔ 1946ء میں قائد اعظم کی Silver Bullets کی اپیل کے جواب میں اسلامیہ کالج کے طلبہ کی طرف سے کالج کے ایک طالب علم نے آٹھ ہزار روپے کی تھیلی قائد اعظم کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگلی بار جب آپ آئیں گے تو ہم پاکستان کے لئے آپ کو تھی جانوں کا نذرانہ پیش کریں گے۔ قائد اعظم نے وہ پیسے نہ صرف ان الفاظ کے ساتھ و اپس کئے کہ عوام میں پھیل کر پاکستان کا پیغام کو نہ کوئی قریبی قریبی پہنچا دو بلکہ کالج سے واپس آ کر فوراً مبلغ پانچ ہزار روپے کا چیک کالج کے لئے روانہ کیا۔ یہ ہی نہیں بلکہ قائد اعظم نے اپنے ذاتی ترکے میں سے اسلامیہ کالج پشاور کے لئے ایک بہت بڑا حصہ چھوڑا۔ (51) اس ادارہ کے اساتذہ جملہ اخلاق و کردار کے مالک تھے جن کے محبت و شفقت بھرے بخوبی کیاں سے علم

مسلم نوجوانوں میں بیداری حریت "اسلامیہ کالج" کی خدمات

کے شیدائی و متوا لے قطرہ نیساں چنتے تھے۔ جن کے بڑھاپے پر جوانوں کو رشک آتا تھا۔ اور جن کے مثالی کرداروں کے عملی نقوش طلبہ کے اذہان پر ثابت ہو جاتے تھے۔ وہ عظمت، عزت، شان و شوکت اور جلال کا ایسا نمونہ تھے کہ جن کے سامنے شاندار اور بے لوث ذا تین بھی یعنی نظر آتی تھیں۔ ان میں سے چند ایک نام یہ ہیں۔ علامہ عنایت اللہ خان مشرقی، مولوی محمد عبداللہ، مولانا سید قطب شاہ، ایم کلوز، سید ظفر الحسین، ڈاکٹر چودہری خداواد، مولانا محمد جبیل، مولوی عبدالرحیم، فضل قادر، زیری، نوراحمد، عبداللطیب، ارباب، عبدالواحد، ایم ایم کلیم، بشیر الدین اور محمد افضل۔ (52)

اسلامیہ کالج پشاور سے صوبہ خیبر پختونخواہ کی شاندار تاریخ وابستہ ہے۔ کیونکہ اس نے جو عظیم سپوت پیدا کئے۔ انہوں نے ملک و قوم کے لئے ہر رشیعہ زندگی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ پاکستان کے سابق صدر غلام اسحاق خان اور صوبہ خیبر پختونخواہ کے پہلے مسلمان گورنر صاحب جزا دخور شیداں کالج کے اولین طلبہ میں سے تھے۔ جبکہ فوج، عدیلہ، محکمہ تعلیم، سیاستدان، میدان سامننس و آرٹس اور کھلیل کوڈ کے میدان میں اس کالج کے طلبہ نے اب تک سر برائی کردار ادا کیا ہے۔ اگر ان کے الگ الگ نام لکھے جائیں تو ایک طویل فہرست مرتب ہوتی ہے۔ (53)

نظم و ضبط اور تعلیمی اعتبار سے اسلامیہ کالج کا شمار ملک کی مثالی درسگاہوں میں ہوتا تھا۔ کھلیوں اور ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی اس کے طلبہ کی کارکردگی نمایاں رہی۔ اس کالج کو یہ اعزاز بھی حاصل ہی کہ بانی پاکستان قائد اعظم یہاں تین مرتبہ تشریف لائے پہلی مرتبہ 1936ء دوسری مرتبہ نومبر 1946ء اور تیسرا مرتبہ پاکستان کے گورنر جزل کی حیثیت سے 1948ء میں۔ 1946ء میں ہندوستان بھر کا دورہ کرتے ہوئے قائد اعظم جب پشاور پہنچنے والوں کے تحفظ کے پیش نظر حفاظتی دستے کے طور پر مسلم نیشنل گارڈز اور خیبر پختونخواہ مسلم شومنٹس فیڈریشن کے درمیان طنہیں پارہاتھا کہ کون حفاظتی دستے کی ذمہ داری سنبھالے۔ لہذا اس کے لئے جب قائد اعظم سے پوچھا گیا تو انہوں نے فیصلہ اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ کے حق میں دیتے ہوئے فرمایا:

My Students will guard my room. (54)

اسلامیہ کالج پشاور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 1948ء میں بطور گورنر جزل پاکستان قائد اعظم کی آمد پر طلبہ نے کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دینے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ جس کے جواب میں قائد اعظم نے فرمایا تھا:

You will get your University sooner than you can imagine. (55)

قائد اعظم کا یہ وعدہ جلد پورا ہوا اور لیاقت علی خان نے 13 اکتوبر 1950ء کو پشاور یونیورسٹی کا افتتاح کیا۔ اس کالج نے تین یونیورسٹیوں کو جنم دیا۔ جن میں پشاور یونیورسٹی، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹکنالوجی این، ڈبلیوائیف پی، پشاور اور زرعی یونیورسٹی شامل ہیں۔ جبکہ خیر مید یکل کالج، جناح کالج، فاروسین، قائد اعظم کالج آف کامرس اور پاکستان فارسٹ انٹھی ٹیوٹ شامل ہیں (56)۔ بقول ڈاکٹر نوشاد خان یہیں تو بے جانہ ہو گا کہ اسلامیہ کالج پشاور نے پاکستان کے لئے وہ کردار ادا کیا جو آسکفورد، ایڈنبرگ (Edinburg) اور کمبرج نے انگلینڈ کے لئے۔ (57)

جگ عظیم دوم (1939-45) میں محوری اور اتحادی طاقتوں میں جنگ زوروں پر تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے قوم سے اپیل کی کہ انگریزوں کے ملک چھوڑنے کے بعد مسلمانوں کا ایک عیحدہ ملک اور اپنی ثقافت بچانے کے لئے انگریزوں سے مطالبة کرنا چاہیے تاکہ براعظم ہند کے تعلیمی و مادی طور پر پسمندہ مسلمان اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق اپنا ملک پاکستان بنائیں۔ پھر اسلامی کنفیڈریشن کی صورت میں جمال الدین افغانی کے خواب کو پورا کریں۔ خاص طور پر طلبہ سے اپیل کی گئی کہ زندگی اور موت کے اس مسئلہ پر اولین دستہ کی حیثیت سے حصہ لیں۔ قائد اعظم کی اس اپیل پر اسلامیہ کالج کے طلبہ نے لبیک کہا اور دل و جان سے خیر پختونخواہ کو پاکستان میں شامل کرنے کیلئے تحریک شروع کی۔ (58)

اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ نے تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے تن من درجن سے جلسے و جلوس نکالے، پولیس کے ہاتھوں لاٹھی چارج کی صورتیں جھیلیں، بیل کاٹی مگر جب ریفرنڈم ہوا تو ریفرنڈم کے فیصلے نے طلبہ کی قربانیوں اور کاوشوں کا نتیجہ اس صورت میں دیا کہ صوبہ خیر پختونخواہ پاکستان میں شامل ہو گیا۔ پاکستان بن گیا۔ 12 اپریل 1948ء کو قائد اعظم اپنے بطور گورنر جنرل پاکستان اسلامیہ کالج پشاور تشریف لائے۔ انہوں نے نہ صرف تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ کے کردار کو سراہا بلکہ ان کے ساتھ لا بہری میں گروپ فوٹو بھی بنوایا۔ یوں تحریک پاکستان میں کالج ہذا کا کردار تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ (59)۔

حرف آخر:

خیر پختونخواہ، ایمان و تقویٰ کی دولت سے تو مالا مال تھا ہی لیکن علامی کے جواء کو تاریخیعنے کے لئے جس تنظیم سازی کی ضرورت تھی وہ اسلامیہ کالج پشاور نے پوری کر دی۔ پاکستان کے قیام کے لئے ریفرنڈم میں ہر قسم کے ”گاندھی“، اپنی اہنسا کے پرچار کے باوجود اس کالج کے طلبہ کی جدوجہد کی وجہ سے شکست کھا گئے۔ انبیاء کرام علیہ

مسلم نوجوانوں میں بیداری حریت "اسلامیہ کانگریس" کی خدمات

السلام کی دعوت پر بلیک کہنے والے ہر اول دستہ کے طور پر نوجوان ہی رہے۔ اسی طرح مسلمانانِ پاک و ہند میں نوجوان طلبہ خصوصاً اسلامیہ کالج پشاور کا کردار کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا بلکہ شماںی علاقہ جات مثلاً گلگت اور سکردو خالصتاً یہ نوجوان سکاؤٹس ہی کی وجہ سے آزاد ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

- | | |
|---|--|
| <p>7. Olaf Caroe 1965, P:424</p> <p>13. Muhammad Ahmad Ali 1998, P: 145</p> <p>15. Khilji,J.D,1963,P:18</p> | <p>-1
محمد احمد علی 1998ء ص 18</p> <p>-2
اقبال احمد، خان 1974ء ص 111</p> <p>-3
یوسف علی، خان 1990ء ص 1</p> <p>-4
محمد امیر، شاہ قاری گیلانی (سن)، ص 8-2</p> <p>-5
محمد اسلام، پروفیسر (سن)، ص 68</p> <p>-6
فیروز سنز 2005ء ص 133</p> <p>-8
کلینڈر یونیورسٹی آف پشاور 1965-66ء ص 408</p> <p>-9
غلبی بے ڈی 1963ء ص 17</p> <p>-10
عبد العزیز 1988ء ص 132</p> <p>-11
محمد جنید 1988ء ص 41</p> <p>-12
زید الرحمن 2002ء ص 40</p> <p>-14
قاسم محمود 1998ء ص 206</p> <p>-16
ممتاز احمد، خان 1988ء ص 52</p> <p>-17
محمد سالم، خان 1988ء ص 116</p> <p>-18
محمد جنید، صاحبزادہ 1988ء ص 43</p> <p>-19
احسان اللہ، خان 1988ء ص 65</p> <p>-20
عبد العزیز 1988ء ص 132</p> |
|---|--|

2. Muhammad Irshad 1988, P:67

22. Farhad Jan 1988, P:65

ذکر اجاز، سید 1988ء ص 32	-23
احسان اللہ، خان 1988ء ص 65	-24
دلاور شاہ 1988ء ص 37	-25
رسٹم خان 1988ء ص 56	-26
خوشید آفریدی 1988ء ص 67	-27
تاضی ملا 1988ء ص 39	-28
نقیر محمد، خان 1988ء ص 92	-29

30. Dilawar Shah, 1988, P:37

نیاز احمد 1988ء ص 49

-31

32. Amjad Hussain, Dr., 1988, P:16

نوشاد خان، ڈاکٹر 2006ء ص 5	-33
محمد احمد علی 1998ء ص 61	-34
عصمت اللہ 1990ء ص 37	-35
محمد سردار خان 1988ء ص 61	-36
فرید بادجان 1988ء ص 65	-37
شکیل احمد 1985ء ص 284	-38
غلبی بے ڈی 1963ء ص 14	-39
محمد جنید صاحبزادہ 1988ء ص 40	-40
عطیہ روپی 1988ء ص 71	-41
محمد جنید صاحبزادہ 1988ء ص 40	-42
محمد عبدالغئیث 1938ء ص 3	-43
باقاعد 1978ء ص 212	-44

45. Abdul Majid, Afghani 1921, P:22

46. Gohar Zaman 1988, P:17

محمد احمد علی 1998ء، ص 54	-47	22.
نوشاد خان، ڈاکٹر 2006ء، ص 1	-48	
محمد نذری رومانی ڈاکٹر 1988ء، ص 11	-49	
محمد حسین 1988ء، ص 48	-50	
غلبی جے ڈی 1963ء، ص 21	-51	
ایس ایم چفتائی، ڈاکٹر 1988ء، ص 27	-52	
جاوید عزیز 1975ء، ص 450	-53	

54. Khilji, j.D. 1963, P: 20

55. Khilji, J.D. 1963, P:21

مہتاب خان یوسف زئی 1988ء، ص 21	-56	
نوشاد خان، ڈاکٹر 1996ء، ص 34	-57	30.
مصطفیٰ علی، بریلوی سید 1980ء، ص 174-177	-58	32.
امین الوہاب، میاں کا خیل 1988ء، ص 126	-59	

کتاب نامہ

- 1- احسان اللہ، خان۔ (1988ء)۔ اسلامیہ کالج میں میری طالب علمی کا زمانہ، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 2- اقبال احمد، خان۔ (1974ء)۔ اسلامیہ کالج پشاور، مجلہ علم و آگھی خصوصی شمارہ بعنوان بر صغیر پاک و ہند کے علمی، ادبی، تعلیمی ادارے۔ کراچی: گورنمنٹ پرنٹنگ ہاؤس۔ بابت سن 1974-75ء
- 3- امین الوہاب، میاں کا خیل۔ (1988ء)۔ اسلامیہ کالج پشاور ایک تاریخی علمی درس گاہ، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 4- جاوید عزیز۔ (1975ء)۔ سرحد کا آئینی ارتقاء پشاور: ادارہ تحقیق و تصنیف
- 5- خورشید آفریدی۔ (1988ء)۔ پچھلی باتیں، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 6- ذا کرایعاز، سید۔ (1988ء)۔ پروفیسر صاحبزادہ ادريس مرحوم، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان:

45.

- کوثر پرنگ پر لیں
- 7۔ رستم خان۔ (1988ء)۔ کانج میں دو سالہ زندگی، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 8۔ زاہد الرحمن۔ (2002ء)۔ اسلامیہ کانج تاریخ کے آئینے میں، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 9۔ عبدالعزیز۔ (1988ء)۔ اسلامیہ کانج پشاور۔۔۔ ایک عظیم درسگاہ، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 10۔ نقیر محمد، خان۔ (1988ء)۔ پرانی یادیں، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 11۔ فیروز سنز۔ (2005ء)۔ اردو انسائیکلو پیڈیا، چوتھا ایڈیشن۔ لاہور
- 12۔ قاسم محمود، سید۔ (1998ء)۔ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا۔ کراچی: شاہ کار بک فاؤنڈیشن
- 13۔ قاضی ملا۔ (1988ء)۔ چند یادیں چند باتیں، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 14۔ محمد اسلم، پروفیسر۔ (سن)۔ تحریک پاکستان۔ لاہور: ریاض برادرز، اردو بازار
- 15۔ محمد امیر، شاہ قادری گیلانی۔ (سن)۔ تذکرہ علماء مشائخ سرحد حصہ دوم۔ پشاور: عظیم پیشگان
ہاؤس، خیبر بازار
- 16۔ محمد حنید، صاحبزادہ۔ (1988ء)۔ سر سید سرحد۔۔۔ معمار سرحد نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم، خیبر جشن الماس نمبر
مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 17۔ محمد سالم، خان۔ (1988ء)۔ اسلامیہ کانج سے میری وابستگی، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر
پرنگ پر لیں
- 18۔ محمد نذیر، رومانی ڈاکٹر۔ (1988ء)۔ پیغام، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر پرنگ پر لیں
- 19۔ مصطفیٰ علی، بریلوی سید۔ (1980ء)۔ مسلمانان صوبہ سرحد کی تعلیم۔ کراچی: آل پاکستان
ایجوکیشن کافرنس
- 20۔ ممتاز احمد، خان۔ (1988ء)۔ اسلامیہ کانج کی کچھ یادیں، خیبر جشن الماس نمبر۔ مردان: کوثر
پرنگ پر لیں
- 21۔ نیاز احمد، خان۔ (1988ء)۔ چند واقعات دوران اسلامیہ کانج پشاور، خیبر جشن الماس نمبر۔
مردان: کوثر پرنگ پر لیں

22. Abdul Majid, Afghani. (1921). *Hayat Qumi*. Peshawar: Steam Press.

23. Amjad Hussain, Dr. (1988). *گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را.* The Khyber Diamond Jubilee Number. Mardan: Kausar Printing Press.
24. Atiya Ruby. (1988). The Grand Old Man of NWFP, The Khyber Diamond Jubilee Number. Mardan: Kausar Printing Press.
25. Baha Lal. (1978). N.W.F.P. Administration Under British Rule 1901-1919. Islamabad: National Commission on Historical and Cultural Research.
26. Dilwar Shah. (1988). Islamia College Life Witnessed, The Khyber Diamond Jubilee Number. Mardan: Kausar Printing Press.
27. Farhad Jan (1988). A Look Back, The Khyber Diamond Jubilee Number. Mardan: Kausar Printing Press.
28. Ghohar Zaman. (1988). The Founder of Darul-Ulum, The Khyber Diamond Jubilee Number. Mardan: Kausar Printing Press.
29. Institution. (1966). The Calendar of the University of Peshawar. Peshawar: Ferozsons Ltd.
30. Ismatullah. (1990). An Introduction to the Publications of Islamia College - The Khyber: Peshawar: Unpublished M.A. Thesis, Department of Journalism, Peshawar University.
31. Khiliji, J.D. (1963). Glorious Half Century of Darul Ulum-e-Islamia, Golden Jubilee Brochure of Islamia College and Collegiate School. Peshawar: Ferozsons Ltd.
32. Muhammad Abdul Hai. (1938). Islamia College Peshawar, The Khyber.
33. Muhammad Ahmad, Ali. (1998). *Islamic College Peshawar..... History and Achievement.* Peshawar: Unpublished Thesis of M.A. (Pakistan Studies), University of Peshawar.

22.

34. Muhammad Irshad. (1988). Our Sweet Memories, *The Khyber Diamond Jubilee Number*. Mardan: Kausar Printing Press.
35. Muhammad Sardar, Khan. (1988). Reminiscences of the Days Spent in Islamia College Peshawar, *The Khyber Diamond Jubilee Number*. Mardan: Kausar Printing Press.
36. Naushad, Khan Dr. (May 1996). Islamia College Peshawar. *The Busy World*, Monthly Journal. Peshawar.
37. Olaf Caroe. (1965). *The Pathans*. London: MacMillan.
38. S.M. Chaghtai, Dr. (1988). From Golden to Diamond Jubilee - A Journey of Success, *The Khyber Diamond Jubilee Number*. Mardan: Kausar Printing Press.
39. Shakeel Ahmad. (1985). The Birth of Islamia College, *A Brochure on Darul Ulum Sarhad in the Memory of Sahibzada Abdul Qayum Khan*. Peshawar: Islamia Collegiate School and College, Peshawar.
40. Yousaf Ali, Khan. (1990). *Academics Versus Activists - A history of the University of Peshawar*. Peshawar: Khyber Printers.